

اپنی اگلی نسلوں کی تربیت کریں۔ ان کو بار بار یہ بتائیں کہ عبادت کے بغیر تمہاری زندگی بالکل بے معنی بلکہ باطل ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 جنوری 1997ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٥﴾ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ
كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى
الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامِ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا
فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ﴿١٨٦﴾ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٧﴾

(البقرہ: 184، 185)

پھر فرمایا:

رمضان المبارک شروع ہوئے سات دن گزر گئے۔ آج ساتواں روزہ ہے اور اس پہلو سے میں نے کچھ ایسی آیات اور کچھ احادیث اکٹھی کی ہیں، اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات بھی جن کے حوالے سے میں آپ کو رمضان سے متعلق مختلف باتیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ سات دن جو گزر گئے وہ تو گزر گئے، آئندہ کے لئے جو اہم باتیں ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہئیں ان کا ان آیات کریمہ میں بھی ذکر ہے اور دوسری آیات میں بھی ذکر ملتا ہے۔ اور میری نظر اس

تعالیٰ نے ایک مقام بنایا ہے اور اس کا تعلق اس قوم کے انبیاء اور بزرگوں سے ہے لیکن سب کے لئے اجتماعی طور پر خانہ کعبہ کو چنا گیا اور اس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام بھی زندہ رکھا گیا۔ مگر اصل خانہ کعبہ کا مقصد توحید باری تعالیٰ کا وہ قیام تھا جو آنحضرت ﷺ کے ذریعے وجود میں آئی تھی۔ اسی لئے اسلام سے پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر کی پہلی اینٹ رکھی گئی مقصد یہی تھا کہ یہاں تمام بنی نوع انسان جمع ہوں گے۔ پس یہ مقصد اپنے تمام کو پہنچا ہے، اپنے کمال کو پہنچا ہے آنحضرت ﷺ کی بعثت کے ساتھ۔ تو عبادت کا جو مفہوم ہے اس میں حج ایک اہم حصہ ہے لیکن یہ زندگی میں ایک دفعہ کی عبادت ہے۔ اگر بار بار کی توفیق ملے تو زائد ہے ورنہ ایک دفعہ کی عبادت اگر ہو جائے تو یہ بھی بہت بڑی چیز ہے۔

دوسری عبادت جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے نماز ہے جو ہر مذہب میں موجود ہے مختلف رنگوں میں، مختلف شکلوں میں اور تیسری روزے ہیں یعنی جیسا کہ اس مہینے میں ہم گزر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے روزوں کو تمام دوسرے مذاہب میں جو اسلام سے پہلے تھے کسی نہ کسی شکل میں ضرور فرض فرما دیا۔ پس رمضان میں ان تین عبادت کی قسموں کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے قرب کی کوشش کرنی چاہئے۔ حج تو ابھی بعد میں آئے گا مگر حج کے مقاصد ضرور رمضان میں پیش نظر رکھے جاسکتے ہیں اور خانہ کعبہ کو تمام دنیا کا مرجع بنانا اس کے لئے اس رمضان میں بھی دعائیں ہو سکتی ہیں۔ پس اس پہلو سے ہم حج کے مقاصد بھی کسی حد تک پالیں گے اگر دعاؤں کے ذریعے حج کے اعلیٰ مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے بنی نوع انسان کو ان کی طرف مائل کرنے کے لئے التجائیں کریں اور یہ بنی نوع انسان کا میلان یعنی ان کی توجہ اس طرف ہونا دعاؤں کے سوا ممکن نہیں ہے۔ پس اس پہلو سے رمضان میں حج کے مقاصد کے لئے دعائیں کرنا بھی داخل ہو جائے گا کیونکہ یہ عبادت کا ایک اہم حصہ ہے۔

یہ تین پہلو عبادت کے ہیں جن کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی اگلی نسلوں کی تربیت کی کوشش کریں۔ ان کو بار بار یہ بتائیں کہ عبادت کے بغیر تمہاری زندگی بالکل بے معنی اور بے حقیقت بلکہ باطل ہے۔ ایک ایسی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کے ہاں کسی شمار میں نہیں آئے گی اس لئے جانوروں کی طرح یہیں مر کر مٹی ہو جاؤ گے۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ جانور تو مر کر نجات پا جاتے ہیں تم مرنے کے بعد جزا سزا کے میدان میں حاضر کئے جاؤ گے۔ پس یہ شعور ہے جسے ہمیں اگلی نسلوں میں پیدا کرنا ہے

اور رمضان مبارک میں ایک بہت اچھا موقع ہے کیونکہ فضا سازگار ہو جاتی ہے۔ رمضان ایک ایسا مہینہ ہے جس میں ایسے چہرے بھی دکھائی دیتے ہیں مسجدوں میں جو پہلے کبھی دکھائی نہیں دیتے اور ان کو دیکھ کر دل میں کسی قسم کی تحقیر کے جذبے نہیں پیدا ہوتے کیونکہ اگر کوئی انسان ان چہروں کو دیکھے اور تحقیر کی نظر سے کہ اب آ گیا ہے رمضان میں، پہلے کہاں تھا تو میرا یہ ایمان ہے کہ ایسی نظر سے دیکھنے والے کی اپنی عبادتیں بھی سب باطل ہو جائیں گی اور ضائع ہو جائیں گی کیونکہ اللہ کے دربار میں اگر کوئی حاضر ہوتا ہے، ایک دفعہ بھی حاضر ہوتا ہے، اگر آپ کو اللہ سے محبت ہے تو پیار کی نظر ڈالنی چاہئے اس پر اور کوشش کرنی چاہئے کہ اس کو اور قریب کریں اور اس کو بتائیں کہ الحمد للہ تمہیں دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوتی ہے۔ تم اٹھے، تکلیف کی ہے، پہلے عادت نہیں تھی، اب آگئے ہو۔ بسم اللہ، جی آئیوں کہو اس کو اور اس کو پیار کے ساتھ سینے سے لگائیں تاکہ آپ کے ذریعے سے اور آپ کے اخلاص کے اظہار کے ذریعے سے وہ ہمیشہ کے لئے خدا کا ہو جائے۔

یہ وہ طریق ہے جس سے آپ اپنے گھر میں اپنے بچوں کی بہت عمدہ تربیت کر سکتے ہیں۔ جب وہ صبح اٹھتے ہیں تو ان کو پیار اور محبت کی نظر سے دیکھیں، ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ ان کو بتائیں کہ تم جو اٹھے ہو تو خدا کی خاطر اٹھے ہو اور ان سے یہ گفتگو کیا کریں کہ بتاؤ آج نماز میں تم نے کیا کیا۔ کیا اللہ سے باتیں کیں، کیا دعائیں کیں اور اس طریق پر ان کے دل میں بچپن ہی سے خدا تعالیٰ کی محبت کے بیج مضبوطی سے گاڑے جائیں گے یعنی جڑیں ان کی مضبوط ہوں گی۔ ان میں وہ تمام صلاحیتیں جو خدا کی محبت کے بیج میں ہوا کرتی ہیں وہ نشوونما پا کر کوئٹلیں نکالیں گی۔ پس رمضان اس پہلو سے کاشنکاری کا مہینہ ہے۔ آپ نے بچوں کے دلوں میں خدا کی محبت کے بیج بونے ہیں۔ اس طریق پر ان کی آبیاری کرنی ہے یعنی روزمرہ ان کو نیک باتیں بتا کر بتا کر کہ ان بچوں سے بڑی سرسبز خوشنما کوئٹلیں پھولیں اور رفتہ رفتہ وہ بچے ایک کلمہ طیبہ کی صورت اختیار کر جائیں جس کی جڑیں تو زمین میں پیوستہ ہوتی ہیں مگر شاخیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔

تو رمضان مبارک کو روزوں کے لحاظ سے جیسے گزارنا ہے وہ تو عام طور پر سب جانتے ہی ہیں مگر میں ان فائدوں پر نگاہ رکھ رہا ہوں جو رمضان میں خاص طور پر ہجوم کر کے آجاتے ہیں اور اس وقت آپ اس ہجوم سے استفادہ کریں اور زیادہ سے زیادہ برکتیں لوٹ لیں۔ یہ مقصد ہے اس نصیحت

کا جس کے لئے میں آج آپ کو متوجہ کر رہا ہوں بعض لوگ جانتے ہیں لکنوے اڑائے جاتے ہیں مگر بسنت میں جو لکنوے کے اڑنے کا عالم ہے وہ چیز ہی اور ہو جاتی ہے۔ پس خدا کی یادوں کے لئے یہ مہینہ بسنت بن گیا ہے اور بار بار ذکر الہی کے جو گیت ہیں وہ گھر گھر سے بلند ہوتے ہیں۔ مختلف وقتوں میں اٹھتے ہیں، صبح شام تلاوت کی آوازیں آتی ہیں اور طرح طرح سے انسان اللہ کی یاد کو زندہ اور تازہ اور دائم کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ جو یاد آئے وہ پھر ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

پس اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كَتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كَتَبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** رمضان کا مقصد کھیل تماشہ نہیں ہے۔ محض بھوکا رہنا، محض افطاری کر لینا یہ نہیں ہے۔ ایک مقصد ہے تاکہ تم تقویٰ میں ترقی کرو اور اللہ تعالیٰ کا پہلے سے بڑھ کر دل میں خوف پیدا ہو اور پھر وہ ہمیشہ باقی رہے۔ اس کے بعد فرمایا ہے۔ **أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ** اس تعلق میں مختلف ترجمہ کرنے والے اور مفسرین اس کا جب فاعل ڈھونڈتے ہیں تو ان کو ایک دقت پیش آتی ہے **أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ** منصوب ہے۔ یعنی منصوب سے مراد یہ ہے جیسے کسی کو کہا جائے کہ فلاں چیز کو فلاں جگہ پھینک آؤ تو جس چیز کو پھینکیں گے وہ مفعول ہو جائے گی۔ وہ جگہ جہاں پھینکیں گے وہ مفعول ہو جائے گی تو فعل کا کرنے والا بھی تو کوئی ہونا چاہئے۔ اس لئے جب بھی ایسی علامتیں ظاہر ہوں جن کا تعلق مفعول ہونے سے ہے تو انہیں منصوب حالتیں کہا جاتا ہے، نصب کی حالت اور اس کا ایک فاعل تلاش کیا جاتا ہے۔

تو **أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ** کو قرآن کریم میں نصی حالت میں پیش فرمایا گیا ہے۔ ”چند گنتی کے دن“ اس پر جو ترجمہ کرنے والے فاعل تلاش کرتے ہیں تو کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ روزے رکھو چند گنتی کے دن لیکن ”روزے رکھو“ کو حذف سمجھتے ہیں جب کہ اس سے پہلے جو فعل گزر چکے ہیں اگر ان کے ساتھ اس کو ملایا جائے اور مفعول بنایا جائے تو پھر معنی بالکل غلط ہو جائیں گے۔ وہ اس طرح بنیں گے پھر کہ تم پر فرض کر دیئے گئے ہیں روزے جیسے کہ پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ**، **أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ** کیونکہ فعل تقویٰ کا ہے صرف تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو گنتی کے چند دن۔ اب یہ تو مقصود ہو ہی نہیں سکتا قرآن کریم کا کہ روزے فرض کئے گئے ایسے کہ پہلی قوموں پر بھی ہر جگہ فرض کر دیئے گئے تھے، اتنی عظیم الشان چیز ہے صرف اس لئے کہ تم چند گنتی کے دن خدا کو

یاد کر لو یا تقویٰ اختیار کر لو۔ تو یہ دقت ہے ترجمہ کرنے والوں کے پیش نظر۔ وہ سمجھتے ہیں کہ منصوب کے لئے ضرور پہلے ایسا فعل تلاش کرنا چاہئے جس میں فاعل بھی مذکور ہو 'تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو' یہ فعل ہے جس میں فاعل بھی ہے۔ کون تقویٰ کرے؟ تم کرو۔ کتنے دن؟ چند گنتی کے دن۔ یہ تو غلط ہے کیونکہ تقویٰ کا تعلق تو زندگی بھر سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہمیشہ ان منصوبی حالتوں میں فاعل کی تلاش کی بجائے اسے اور معنوں میں پڑھتا ہوں جو عربی لغت کے لحاظ سے جائز ہیں اور منصوب بعض دفعہ غیر معمولی توجہ دلانے کی خاطر کیا جاتا ہے اس میں فاعل کی تلاش کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ جب کہیں بچو کسی چیز سے مثلاً شیر کہہ دیا جائے یا سانپ کہہ دیا جائے یا بچھو کہہ دیا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ 'بچو' تو اس کو منصوب کر دیا جائے یا کسی اور ایسے موقع پر جب کسی چیز کی عظمت دلانی ہو تو اسے بھی منصوب کر دیا جاتا ہے تو اس کے لئے پہلے جملے میں کسی فعل اور اس سے تعلق رکھنے والے فاعل کی تلاش کی ضرورت نہیں ہے۔

جب یہ معنی جو میں کرتا ہوں اس پہلو سے یہ مضمون یوں بنے گا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ دیکھو تقویٰ کا فائدہ تمہیں اس سے پہنچے گا اور جہاں تک محنت کا تعلق ہے گنتی کے چند دن ہی تو ہیں۔ کیسا اچھا سودا ہے۔ چند روزہ محنت کرو گے تو ہمیشہ ہمیش کی فلاح پا جاؤ گے اور تقویٰ حاصل ہوگا جو پھر تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گا کیونکہ تقویٰ عارضی نیکی کے لئے استعمال ہو ہی نہیں سکتا۔ تقویٰ ایک مستقل چیز ہے جو انسان کے دل میں بس جاتی ہے اور ترقی کرتی رہتی ہے تو لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ کا ایک معنی یہ ہے کہ تا کہ تم تقویٰ میں ترقی کرتے چلے جاؤ اور ہر رمضان تمہارا تقویٰ بڑھا کر جائے، ہر رمضان تمہیں خدا سے پہلے سے زیادہ قریب کر دے۔ یہ مقصد ہے رمضان کا اور اسی پہلو سے تمام گزشتہ مذہبی قوموں میں روزے فرض کئے گئے اور ہے کیا؟ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ چند گنتی کے دن ہیں ان میں جو روز لگانا ہے لگا لو۔ فوائد زندگی بھر کے اور محنت چند دنوں کی۔

پھر فرمایا فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ اور پھر سہولتیں بھی ایسی دے دی ہیں کہ یہ مہینہ مشقت کا مہینہ نہیں رہتا۔ فرمایا تم میں مریض بھی ہوں گے، سفر پر بھی ہوں گے ان کے لئے ہماری ہدایت یہ ہے کہ وہ دوسرے ایام میں روزے رکھ لیں۔ ایک مہینے میں روزے رکھنا فوائد اپنے ساتھ رکھتا ہے وہ ماحول پیدا ہو جاتا ہے جو الگ الگ

روزے رکھنے سے پیدا نہیں ہوتا۔ جو برکتیں سب کی مل کر اکٹھا روزہ رکھنے میں ہیں وہ برکتیں الگ الگ روزوں میں نہیں ہیں۔ تو فرمایا اصل تو یہی ہے کہ اس مہینے کو جب پاؤ، جب اس کو دیکھو، جب تمہیں نصیب ہو جائے تو اسی مہینے میں روزے رکھو لیکن اگر مریض ہو، بیمار ہو تو پھر بعد کے ایام کو بھی روزے پورے کرنے کے لئے استعمال کر سکتے ہو اور جب بھی توفیق ملے روزے رکھو

مَنْ أَيَّامٍ أُخَرَ یعنی رمضان کے علاوہ بعد کے ایام میں۔

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ طَعَامٍ مَسْكِينٍ اس میں يُطِيقُونَ کے متعلق میں تفصیلی بات پچھلے رمضان، اس سے پہلے بھی کر چکا ہوں اس وقت میرے پیش نظر یہ لفظ يُطِيقُونَ کا استعمال نہیں ہے۔ سادہ ترجمہ اس کا یہ سمجھیں کہ جن لوگوں کو یہ توفیق ہو کہ وہ روزہ نہ رکھیں مگر روزے کا فدیہ دے سکیں وہ فدیہ دے دیں یا وہ لوگ جو یہ طاقت ہی نہیں رکھتے کہ روزہ رکھ سکیں وہ بعد میں روزہ چونکہ نہیں رکھیں گے اس لئے اس کے بدلے میں فدیہ دے دیں تو یہ دونوں معافی اور اس کے علاوہ بھی بعض معافی اس مضمون میں داخل ہیں۔

یہاں فدیہ کی بات میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ فدیہ کیا ہے؟ فرمایا فِدْيَةَ طَعَامٍ مَسْكِينٍ ایک مسکین کا کھانا ہے فدیہ۔ یعنی جو تم میں سے غرباء ہیں، نسبتاً مالی لحاظ سے کم توفیق رکھنے والے ہیں اور ان کے اندر مانگنے کی عادت نہیں خصوصیت سے وہ لوگ مساکین کہلاتے ہیں۔ مانگنے والے بھی اس حکم سے باہر نہیں جائیں گے مگر خاص طور پر نظر رکھنے کا حکم ہے فِدْيَةَ طَعَامٍ مَسْكِينٍ کا مطلب ہے تم نگاہ رکھو کہ ایسے مساکین جو تمہارے ارد گرد رہتے ہیں، جن کو مانگنے کی عادت نہیں مگر تمہارا فرض ہے کہ ان تک پہنچو، ان کی تلاش کرو، ان کو یہ کھانا پہنچاؤ، یہ تمہارا فدیہ ہو جائے گا۔ فدیہ دراصل ایک چیز کو کسی مصیبت سے چھڑانے کے لئے دیا جاتا ہے۔ جب ان کے دشمنوں کے قیدی جب ان پہ فتح پاتے ہیں ان کے ہاتھ آجاتے ہیں تو ان کے پچھلے عزیز، رشتے دار وغیرہ کچھ رقم دے کر ان کو چھڑاتے ہیں تو جان چھڑانے کے لئے کسی مصیبت سے جو کچھ دیا جائے اسے فدیہ کہتے ہیں اور جو چیز ضائع ہو جائے اور انسان کسی وجہ سے کسی نیکی سے محروم رہ جائے تو اس کی جو بلاء پڑتی ہے انسان پر۔ نیکی کا مہینہ آیا اور نیکیوں سے محروم رہ گیا اس بلاء سے بھی تو جان چھڑانی ہے کہ جو محرومی کا احساس ہے اور محرومی کے نتائج ہیں وہ تو پڑیں گے بہر حال۔ اس کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ فدیہ مقرر

فرمایا ہے کہ تم بھوکے رہ کر خدا کی رضا کمانا چاہتے تھے، تمہیں خواہش کے باوجود بھوکے رہ کر خود خدا کی رضا کمانے کی توفیق نہیں مل سکی تو اس کا علاج دیکھیں کیسا عمدہ تجویز فرمایا۔ فرمایا بھوک میں کوئی بات نہیں ہے اصل توفیق ہی ہے اور اگر تم خدا کی خاطر کسی بھوکے کو کھانا کھلاؤ تو یہ تمہارے روزے چھٹنے کا فدیہ ہے۔ یعنی بظاہر انسان یہ سمجھتا ہے اس کا فدیہ یہ ہو کسی کو روزے رکھو اور لیکن روزے رکھوانا فدیہ نہیں، بھوکے کو کھانا کھلانا فدیہ بن گیا۔

پس اس نیکی کو بھی نہ صرف اس مہینے میں رواج دینا ہے بلکہ اپنے بچوں کو خصوصیت سے بتانا چاہیے اور اس رمضان کے مہینے میں فدیے کا مضمون چونکہ بھوک سے تعلق رکھتا ہے بھوک کے حوالے سے سمجھانا چاہیے۔ اپنی اگلی نسلوں کو بتائیں کہ دیکھو تم خدا کی خاطر بھوکے رہے تھے تو کبھی یہ بھی سوچا کہ خدا کے بہت سے ایسے بندے ہیں جن کو روزہ ہی کھانے کی وہ توفیق نہیں ملتی جو تمہیں ملتی ہے۔ تم صبح اٹھ کے کھاتے ہو، دوپہر کو بھی کھاتے ہو، شام کو بھی، پھر اس کے علاوہ بھی، جب توفیق ملے جو صاحب حیثیت لوگ ہیں یا ان ملکوں میں رہتے ہیں جیسے انگلستان کے رہنے والے ہیں ان کے بچوں کو تو ہر وقت چرنے کی عادت ہوتی ہے۔ کوئی جیب میں چیونگم ڈال لیا، کوئی چاکلیٹ خرید لیا، کوئی بازار سے چپس لے لئے، فراز خرید لیں۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ ان کو ملتے رہنا چاہئے اور اکثر مل ہی جاتا ہے اور سب بچوں نے اپنی اپنی چیزیں سنبھال کے رکھی ہوتی ہیں اپنے تھیلوں میں کہ ہم یہ کھائیں گے۔ تو ان کو سمجھانا چاہئے کہ رمضان، آج کل کے مہینے میں تو روزے چھوٹے ہیں مگر بڑے سخت بھی آجایا کرتے ہیں۔ مگر آج کل بھی بچوں کو جو پابندی کا احساس ہے یہ نہیں کھانا، یہ تکلیف ضرور پہنچاتا ہے۔ پس آپ فدیہ کے حوالے سے ان کو سمجھائیں کہ خدا تعالیٰ نے دیکھو اگر روزے نہ رکھو تو فدیہ دینے کی اور غریبوں کو کھانا کھلانے کی تلقین فرمائی ہے۔ جس کا مطلب ہے روزے کا تعلق غریبوں کی بھوک سے بھی ہے اور ساتھ یہ فرمادیا **فَمَنْ تَصَوَّغَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ** کہ یہ صرف ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جن کے روزے چھٹ گئے ہیں۔ غریب کو کھانا کھلانا تو ایک دائمی مضمون ہے اور رمضان کے مہینے میں تو یہ خصوصیت سے غریب کو کھانا کھلانا ایک بہت بڑی نیکی بن جاتا ہے۔

فَمَنْ تَصَوَّغَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ جو روزہ چھٹے یا نہ چھٹے اس مہینے میں نیکی کے شوق کی خاطر خود غریبوں کو کھانا کھلانے کا انتظام کرتا ہے تو یہ اس کے لئے بہت ہی بہتر چیز ہے۔ تو اس

حوالے سے غربت کو دور کرنے کی طرف متوجہ کرنا اور غریبوں کی نگہداشت کرنا، ان کا خیال رکھنا، ان کے دکھ بانٹنا یہ سارے وہ مضامین ہیں جو بڑی عمدگی کے ساتھ بچوں کو سمجھائے جاسکتے ہیں اور جب آپ سمجھائیں گے تو خود بھی آپ کو پہلے سے زیادہ اس طرف توجہ ہوگی۔ فِدْيَةٌ کے متعلق صرف ایک مشکل یہ ہے کہ انگلستان میں اور یورپ اور امریکہ کے بہت سے دوسرے، یورپ اور امریکہ جیسے اور بھی کئی ممالک ہیں مثلاً جاپان ہے جو روزمرہ کے کھانے کو کوئی خاص اہمیت دیتے ہی نہیں، کیونکہ ان میں اکثر لوگ روزمرہ کے کھانے کی توفیق ایسی رکھتے ہیں کہ وہ زائد عیاشی اور عیش و عشرت کے لئے تو پیسے چاہتے ہیں کھانا ان کا مسئلہ ہی کوئی نہیں ہے جو مرضی کھائیں اور اتنی کمائی ضرور کر لیتے ہیں کہ وہ آسانی سے پیٹ بھر سکتے ہیں۔ زوائد کے لئے، شرابیں پینے کے لئے، عیش و عشرت کے دوسرے سامانوں کی خاطر اگر کچھ نہ ان کو ملے تو وہ اس کو غربت سمجھتے ہیں لیکن ان کی توجہ اس طرف جاتی ہی نہیں کہ دنیا میں بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں آتی۔ اگر ایک وقت کی روٹی بھی میسر آجائے تو وہ بھی بڑی غنیمت سمجھی جاتی ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ یہاں کیسے آپ کو یہ توفیق مل سکتی ہے۔ فِدْيَةٌ طَحَاهُ مَسْكِينٍ کی۔ دو تین طریق ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو غریب ممالک ہیں ان کے لئے آپ فدیہ بھیجیں۔ اگر چہ وہ ذاتی تعلق جو غریب کی براہ راست خدمت سے قائم ہوتا ہے وہ تو نہیں ہو سسکا لیکن ایک کچھ نہ کچھ بدل تو ضرور ہے۔ پس اس مہینے میں اپنے بچوں کو بھی اس بات پر آمادہ کریں کہ اگر چہ روزے تم پر فرض نہیں، فدیہ فرض نہیں ہے مگر قرآن تو فرما رہا ہے فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا لِّسِمْ شَوْقٍ سے کرتا ہے، نفلی طور پر کرتا ہے تو اس کے لئے بہت بہتر ہے۔ تو کچھ اپنے غریب بھائیوں کے لئے خواہ دنیا میں کہیں بھی بستے ہوں، ان کے لئے کچھ اپنے جیب خرچ سے نکالو اور روزمرہ کوئی نہ کوئی صدقہ خدا کی خاطر دے دیا کرو تو اس طرح بچپن ہی سے ان کے دلوں میں غریب کی ضرورت کا احساس پیدا ہو جائے گا اور جو اپنی طرف سے، اپنے اکٹھے کئے ہوئے پیسوں میں سے کچھ دیں گے خواہ وہ معمولی رقم ہی کیوں نہ ہو وہ ان کے لئے ایک بہت بڑی رقم بن جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے دل پر نظر رکھتا ہے اور بعض دفعہ ایک بچے کا چھوٹا سا خرچ بھی اس کی ساری زندگی سنوار سکتا ہے۔

تو دیکھو رمضان میں کیسے اعلیٰ اعلیٰ مواقع آپ کو نصیب ہوتے ہیں اور کس طرح روزمرہ

آپ کی اولاد کی تربیت آپ کے لئے آسان ہو جاتی ہے۔ ایک ماحول بنا ہوا ہے، اٹھ رہے ہیں روزوں کے وقت، افطاری کے وقت اکٹھے ہو رہے ہیں۔ اس وقت عام طور پر لوگ مختلف گپیں مار کے اپنا وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ سحری کے وقت بھی میں نے دیکھا ہے یہ رحمان ہے کہ ہلکی پھلکی باتیں کر کے تو ہنسی مذاق یا دوسری باتوں میں سحری کے وقت کو ٹال دیتے ہیں اور یا ضائع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح افطاری کا حال ہے۔ تو میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے سحری اور افطاری کو تربیت کے لئے استعمال کریں اور تربیت کے مضمون کی باتیں کیا کریں اور اعلیٰ بڑے دینی مقاصد کی گفتگو اگر بہت بوجھل ہو تو یہ چھوٹی چھوٹی روزمرہ کی باتیں یہ تو سمجھائی جاسکتی ہیں۔

پھر فرمایا ہے **وَ اَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** کہ اگر تم روزے رکھو تو یہ بہت بہتر ہے **اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** اگر تم اس بات کو جانتے۔ یہاں جب اجازت دے دی ہے فدیہ کی اور اگر مریض ہو یا سفر پر ہو تو ہدایت یہ فرمائی ہے کہ پھر بعد کے ایام میں روزے رکھو تو سوال یہ ہے کہ پھر **وَ اَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ** کا کیا مطلب ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بیمار ہو تب بھی رکھو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ سفر پر ہو تب بھی رکھو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ ہرگز اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فدیہ تو تم دے دو گے لیکن روزے نہیں اس سے کٹ جائیں گے، روزے کا فریضہ قائم رہے گا۔ اس لئے فدیہ دے کر یہ نہ سمجھو کہ روزے کے فرض سے تم بری الذمہ ہو گئے ہو۔ فدیہ دو اور وہ بھی تمہارے لئے بہتر ہے لیکن روزے اپنی ذات میں ایسے فوائد رکھتے ہیں کہ جب بھی تمہیں توفیق ملے تم ضرور رکھو۔

وَ اَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ کا ایک معنی تو یہ ہے کہ تم اگر غور کرو تو یہ بات سمجھ لو گے کہ روزوں میں اور بھی بہت سی خیریں اور برکتیں ہیں اور اس سے فائدہ اٹھانا تمہارے اپنے فائدے کی بات ہے لیکن **اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ** میں ایک مضمون کاش کا بھی پایا جاتا ہے کہ اے کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ روزے میں کیا کیا فوائد ہیں اور اگر یہ معلوم ہوتا تو **تَطَوَّعَ خَيْرًا** کا مضمون روزوں کے ساتھ بھی چسپاں ہو جاتا۔ پھر تم کوشش کرتے کہ صرف رمضان کے فرض روزے ہی نہ رکھتے بلکہ **تَطَوَّعَ خَيْرًا** کا مضمون روزوں کے ساتھ بھی چسپاں ہو جاتا۔ پھر تم کوشش کرتے کہ صرف رمضان کے فرض روزے ہی نہ رکھتے بلکہ **تَطَوَّعَ خَيْرًا** کے

تابعِ نقلی روزے بھی بہت رکھتے مگر تمہیں پتہ نہیں کہ روزے کے فائدے کیا کیا ہیں۔ اس نقطہ نگاہ سے روزے کے فوائد کے تعلق میں میں آپ کے سامنے چند اور باتیں بھی رکھنا چاہتا ہوں۔

ایک تو ایسی بات ہے جس کا غریب ملکوں سے زیادہ امیر ملکوں سے تعلق ہے۔ غریب ملکوں میں فاقہ کشی کی مصیبت ہے جس کا ذکر فدیے کے تعلق میں میں نے کیا ہے۔ امیر ملکوں میں زیادہ کھانے کی مصیبت ہے اور غذا کی بہتات جو ہے اس نے مصیبت ڈالی ہوئی ہے۔ اس لئے یہاں کے جتنے بھی اشتہار اور پروگرام وغیرہ آپ دیکھتے ہیں ان میں یہ نسخے بتائے جاتے ہیں کہ موٹاپا کیسے دور کرنا ہے اور اس کے لئے نئی نئی ترکیبیں ایجاد ہو رہی ہیں، نئی نئی دوائیاں بن رہی ہیں۔ اب کسی بھوکے ملک میں جا کر آپ یہ اشتہار شائع کریں تو لوگ اشتہار پھاڑ کے اشتہار لکھنے والوں کی جان کے درپے ہو جائیں مگر یہاں یہی بیماری ہے۔ بہتات، کوئی چیز حد سے زیادہ دستیاب ہو پتانہ ہو کہ کیا کرنا ہے اس کا۔ اب پیچھے جب وہ ان کی کمرس گزری ہے تو کھا کھا کے انہوں نے ستیاناس کر لیا اپنی صحت کا۔ دن رات چرنے کا شغل تھا کہ اس طرح کمرس منائی جا رہی ہے اور کسی نے کہا کہ سب کچھ، ساری دولت کمرس کے دن گندی نالیوں میں بہا دینا یہ مدعا معلوم ہوتا ہے کمرس کا۔ تو خدا تعالیٰ دونوں طرف نصیحت فرماتا ہے۔ ایک طرف ان لوگوں کے لئے جن لوگوں کے پاس نہیں ہے ان کے لئے کئی نصیحتیں ہیں رمضان میں اور پھر ان کے لئے بھی جن کے پاس بہت کچھ ہے، بہت سی نصیحتیں ہیں۔ ایک یہ تھی جس کا میں نے ذکر کیا کہ اپنے غریب بھائیوں کا خیال کرو، روزے کی بھوک کی جب تکلیف پہنچے اس وقت سوچا کرو کہ خدا کے کتنے بندے ہیں جو روزمرہ کی معمولی ضرورتوں کے بھی محتاج بنے بیٹھے ہیں ان کے پاس کچھ نہیں ہے کھانے کو اور پھر اس کے نتیجے میں جو تقویٰ پیدا ہو وہ ان چند ایام تک محدود نہ رہے بلکہ جیسا کہ میں نے قرآن کریم کی آیت سے استنباط کیا ہے وہ مستقل تمہاری دولت بن جائے۔

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ كِى تَكْلِفُ اِيَسَ غَرِيْبَ بَهَائِيُوں كِى تَكْلِفُ كَا اِحْسَاسِ دَلَايَ جُو
 ہمیشہ بھوکے رہتے ہیں کسی رمضان کی وجہ سے تو بھوکے نہیں رہتے۔ تو ایک عارضی تکلیف ایک مستقل راحت کا سامان پیدا کر دے گی اور جو تمہیں سکون نصیب ہوگا غریبوں کو کھانا کھلا کر اور غریبوں کی خدمت کے ذریعے یہ سکون مستقل ہو جائے گا اور بھوک کی تکلیف عارضی تھی۔ پس دوسرا پہلو جو اس کا

ہے تم اپنی صحت کا بھی خیال کرو۔ بھوکے رہتے ہو تو سارا دن یہ سوچ کر نہ گزارنا کہ جب روزہ ختم ہوگا تو پھر یہ یہ نعمتیں کھاؤں گا، اتنا زیادہ کھاؤں گا کہ سارے روزے کی کسر مٹا دوں گا بلکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں صوموا تصحوا (الطبرانی فی معجم الاوسط 8/174) روزے رکھو تا کہ تمہاری صحت اچھی ہو اور صحت اچھی تبھی ہو سکتی ہے کہ اگر آپ روزوں سے یہ سبق سیکھیں کہ ہم جو بہت زیادہ کھایا کرتے تھے بڑی سخت بے وقوفی تھی رمضان نے ہمیں یہ کھانے کا سلیقہ سمجھا دیا ہے۔ درحقیقت اس سے بہت کم پر ہمارا گزارہ ہو سکتا ہے جو ہم پہلے کھایا کرتے تھے تو اپنی خوراک بچاؤ اور اس کے ساتھ اپنی صحت کی حفاظت کرو۔

اب امر واقعہ یہ ہے کہ اس سے بہتر ڈائٹنگ کا اور کوئی طریق نہیں ہے جو روزوں نے ہمیں سکھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روزے میں کھانا کم کرنا لازم ہے کیونکہ کھانا کم کئے بغیر جو اعلیٰ مقصد ہے روزے کا وہ پورا نہیں ہو سکتا۔ یعنی صرف یہ نہیں کہ کچھ وقت بھوکے رہنا ہے بلکہ دونوں کناروں پر بھی صبر سے کام لو اور نسبتاً اپنی غذا تھوڑی کرتے چلے جاؤ۔ فرماتے ہیں اس کے بغیر انسان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہو سکتی۔ ذکر الہی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ذکر الہی ایک روحانی غذا ہے اور روزمرہ کا کھانا ایک جسمانی غذا ہے۔ تو رمضان کی برکت یہ ہے یا روزوں کی برکت یہ ہے کہ وہ جسمانی غذا سے ہماری توجہ روحانی غذا کی طرف پھیر دیتے ہیں اور ذکر الہی میں ایک لطف آنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ روحانی لطف ہے جو آپ کی روح کو تروتازہ کرتا ہے، اس کی مضبوطی کا انتظام کرتا ہے اور جسم پہ جو زائد چربیوں چڑھی تھیں ان کو پگھلاتا ہے۔

پس روزے کا امیروں کی صحت کے ساتھ بڑا بھاری تعلق ہے لیکن اگر امیر روزے کا انتقام دونوں کناروں پر لیں یعنی جب افطاری کریں تو اتنا کھائیں اور ایسی ایسی عجیب نعمتیں کھائیں کہ عام روزمرہ دنوں میں بھی وہ نہیں کھاتے تھے تاکہ روزے کا بدلہ اتا رہا جائے اور رات جو بیچ میں پڑے پھر دوسرے دن سحری کے وقت اس عزم کے ساتھ بیٹھیں کہ اب ہم نے بھوک کو قریب نہیں پھٹکنے دینا۔ اتنا کھائیں گے کہ صبح آنکھ کھلے تو عذاب بن جائے، معدے میں تیزاب ابل رہے ہوں۔ مصیبت پڑی ہوئی ہو اور پھر علاج سو کر کیا جائے تاکہ اور سونیں اور اس مصیبت سے نجات ملے اور سوسو کر جس

طرح بھی بن پڑے افطاری کا انتظار ہو۔ اگر یہ مقصد ہے رمضان کا اور روزوں کا تو یہ تو تمہیں پہلے حال سے بدتر کر کے چھوڑ جائے گا۔ اس لئے مقصد کو سمجھیں اور اس مقصد کو پیش نظر بھی رکھیں۔ بچوں کو بھی سمجھائیں کہ اگر تم نے بھوک کا مزہ دیکھا ہی نہیں اور تمہیں یہ نہیں پتا کہ بھوک کے وقت تمہیں ذکر الہی کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں وقت صرف کر کے جو بھوک کی بے چینی ہے اسے کم کرنا ہے۔

اب یہ جو مضمون ہے بدنی غذا کی کمی کا روحانی غذا کے ذریعے ازالہ کرنا یہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی عمدگی کے ساتھ، بڑی تفصیل سے کھول کر ہمارے سامنے رکھا ہے لیکن ایک اور بات میں آپ کو یہ بتا دوں اس تعلق میں کہ یہ جو فائدہ ہے اس کے علاوہ بھی رمضان میں افطاریاں کرانے کا رواج چل پڑتا ہے جو بسا اوقات اس مقصد کے خلاف ہو جاتا ہے جو میں اب بیان کر رہا ہوں۔ وہ سمجھتے ہیں کھانا کھانا، افطاری کرانا چونکہ ثواب کا کام ہے اس لئے ہم جتنی زیادہ سجا سجا کر افطاریاں کرائیں گے، لوگوں کو بھیجیں گے اتنا ہی ہمارا رمضان کامیابی سے گزرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ افطاری کروانا ایک نیکی کا کام ہے اور غریب کو روزہ رکھوانا بھی ایک نیکی کا کام ہے۔ مگر قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایسی نیکی نہ کرو، فرماتا ہے **كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ** (الحشر: 8) کہ جو خدا تعالیٰ نے تمہیں نعمتیں عطا فرمائی ہیں مختلف صورتوں میں۔ بعض دفعہ خدا تعالیٰ اس زمانے میں جہاد کے نتیجے میں بہت سی، کثرت سے دولتیں صحابہ کو عطا کرتا رہا تو اس کے مصارف کا بیان کرتے ہوئے یہ متوجہ فرمایا **كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ** جب خدا تعالیٰ تمہیں باحیثیت بنائے، تمہارے اموال میں برکت دے تو تحفے دینے کا اس دولت مند ہونے سے یا خدا تعالیٰ کی نعمتیں حاصل ہونے سے طبعی تعلق ہے، ہر امیر تو نہیں کرتا بعض امیر تو اور بھی کنوس ہوتے جاتے ہیں، مگر عام طور پر جس کے اچھے دن آئیں جس کو خدا تعالیٰ کوئی نعمت عطا کرے وہ چاہتا ہے کہ اپنے بھائی کو بھی اس سے خوش کرے اس کا بھی حصہ ڈالے تو اس زمانے میں جب خدا تعالیٰ کسی قوم کے دن بدل رہا ہوتا ہے ان کو دنیاوی نعمتیں عطا کرتا ہے تو ایک دوسرے کو تحائف دینا ایک دوسرے کی ضرورتیں پوری کرنے کا جو رواج ہے یہ از خود تقویت پا جاتا ہے۔ اس تعلق میں فرمایا لیکن یہ یاد رکھنا **كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ** یہ نہ ہو کہ تم امیروں کو ہی بھیجتے رہو چیزیں۔ جب خدا نعمتیں عطا کرتا ہے تو وہ

دولت جو امیروں کی سطح پر اوپر اوپر گھومتی رہے اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ تمہارے معاشرتی تقاضے ہیں تمدنی تقاضے ہیں۔ جب تم ایک خاص سوسائٹی سے تعلق رکھتے ہو تو آپس میں ایک دوسرے کو تحفے دینا یہ خدا کی خاطر نہیں ہوا کرتا۔ اگر خدا کی خاطر تحفے دینے ہیں تو اوپر سے نیچے کی طرف تحفے بہاؤ اور وہ لوگ جو مجبور اور غریب ہیں اگر پوری طرح نہیں تو نسبتاً غریب ہیں ان کو دیا کرو۔ تو جہاں تک فدیے کا تعلق ہے یہ تو آپ باہر بھیج سکتے ہیں مگر افطاریاں باہر نہیں بھیج سکتے اور اس کا بھی بڑا رواج ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ افطاریاں اپنے سے امیروں کو یا اپنے ہم پلہ امیروں کو بھیجنے کی بجائے ڈھونڈیں کہ نسبتاً کون مسکین لوگ ہیں خدا کے اور یہ مسکینی جو ہے یہ ایک نسبتی چیز ہے۔ ضروری نہیں کہ ایسا غریب ہو کہ اس کو صدقہ ہی دیا جائے۔ حالات الگ الگ ہیں بعضوں کو کم ملتا ہے، بعضوں کو زیادہ ملتا ہے۔

تو وہ لوگ جو خدا کی خاطر کسی کو خوش کرنا چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ ڈھونڈیں ایسے لوگ جن کا کھانے پینے کا معیار روزمرہ کا اتنا اونچا نہیں جتنا ان کا ہے اور وہ اگر ان کو بھیج دیں تو اس آیت کے مضمون کے مطابق وہ اپنے ہی جیسے دولت مندوں میں دولت کے چکر لگانے کے مترادف نہیں رہے گا۔ پس افطاریوں میں بھی بہتر یہی ہو کہ آپ اپنے ہمسایوں کو دیکھیں، ارد گرد جگہ تلاش کریں اور روزمرہ واقف جو آپ کے دکھائی دیتے ہیں ان کو بھیجیں مگر صدقے کے رنگ میں نہیں کیونکہ افطاری کا جو تعلق ہے وہ صدقے سے نہیں ہے۔ افطاری کا تعلق محبت بڑھانے سے ہے اور رمضان کے مہینے میں اگر آپ کچھ کھانا بنا کے بھیجتے ہیں تو طبعی طور پر محبت بھی بڑھتی ہے اور دعا کی طرف بھی توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ اس عزت اور احترام سے چیزیں کسی غریب کو یا ایسے شخص کو جو نسبتاً غریب ہے کہ اس میں محبت کا پہلو غالب ہو اور صدقے کا کوئی دور کا عنصر بھی شامل نہ ہو تو یہ وہ افطاری ہے جو آپ کے لئے باعث ثواب بنے گی اور آپ کے حالات بھی سدھارے گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس طرح اوپر اور نچلے طبقوں کے درمیان آپس میں محبت پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔

دوسرے افطاری کی دعوتوں سے متعلق میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ افطاری ایک تو انسان بنا کر کسی کے گھر بھجوادیتا ہے تاکہ اس دن دعائیں ان کو بھی شامل کر لیا جائے۔ وہ دیکھیں کہ فلاں نے ہم سے اتنا پیار اور محبت کا سلوک کیا تو رمضان کی دعاؤں میں ایک یاد دہانی کا کام بھی دیتی ہے

افطاری۔ مگر جب آپ افطاری کی دعوتیں کرتے ہیں تو بعض دفعہ بالکل برعکس نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ روزہ کھول کے انسان ذکر الہی میں مصروف ہو قرآن کریم کی تلاوت کرے جو تراویح پڑھتے ہیں وہ تراویح کے لئے تیار ہو کر جائیں اس کی بجائے مجلسیں لگ جاتی ہیں جو بعض دفعہ اتنی لمبی چل جاتی ہیں کہ عبادتیں بھی ضائع ہونے لگتی ہیں اور اگر اس دن کی عشاء کی نماز پڑھ بھی لیں وقت کے اوپر تو دوسرے دن کی تہجد کی نماز پر اثر پڑ جائے گا۔

تو اسی لئے میں تو ذاتی طور پر افطاریاں کرنے کا قائل ہی نہیں ہوں۔ ربوہ میں بھی میرا یہی دستور تھا کہ اگر چہ لوگ بہت اصرار کیا کرتے تھے مگر میں اسی اصرار کے ساتھ معذرت کر دیا کرتا تھا کہ رمضان کے مہینے میں یہ مشاغل کرنا اس قسم کے یہ میرے نزدیک رمضان کے مقاصد سے متصادم ہے، اس سے ٹکرانے والی بات ہے۔ تو جو افطاریاں ہو چکیں پہلے ہفتے میں ہو گئیں، آئندہ سے تو بہ کریں اور مجالس نہ لگائیں گھروں میں۔ مجالس وہی ہیں جو ذکر الہی کی مجلسیں ہیں اور افطاری کی مجلسوں کو میں نے کبھی ذکر الہی کی مجلسوں میں تبدیل ہوتے نہیں دیکھا۔ پھر وہ سجاوٹ کی مجلسیں بن جاتی ہیں، اچھے کپڑے پہن کے عورتیں، بچے جاتے ہیں وہاں خوب پھر گئیں لگائی جاتی ہیں، کھانے کی تعریفیں ہوتی ہیں اور طرح طرح کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور دوسرے دن اپنی تہجد کو ضائع کر دیتے ہیں اور پھر بے ضرورت باتیں بہت ہوتی ہیں۔ تو افطاری کا جو بہترین مصرف ہے وہ یہی ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ حتی المقدور یعنی منع تو نہیں ہے کہ ہم اپنے ہم پلہ لوگوں کو جو دولت کے لحاظ سے یا اپنے سے بہتر لوگوں کو بھی تحفہ دیں۔ قرآن کریم نے یہ منع نہیں فرمایا کہ آپس کے ایک ہی دائرے میں بالکل نہیں کچھ بھیجنا۔ یہ فرمایا ہے کہ وہیں کے نہ ہو۔ ایسے تحائف نہ دو کہ صرف ایک طبقے کے لئے خاص ہو جائیں اور وہ ایک دائرے میں گھومتے پھریں اور اوپر سے نیچے کی طرف اور نیچے سے اوپر کی طرف حرکت نہ کریں۔ تو ایک صحت مند جو خدا تعالیٰ نے نظام جاری رکھا ہے Ventilation کا وہ اس افطاری کے تعلق میں بھی پیش نظر رہنا چاہئے اور اس طرح اگر آپ کچھ نہ کچھ نئے لوگوں کو بھی ڈھونڈ لیں جو آپ کے دائرے سے باہر ہیں اور نسبتاً غریبانہ حالت ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ بات ایک مزید نیکی کا موجب بنے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس ہے۔ آپ فرماتے ہیں حدیث شریف میں

آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا پھر اس کے گناہ بخشے نہ گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ: 289) یہ جو دو قسم کے انسانوں کا ذکر ہے دراصل یہ اللہ کے تعلق میں لازماً یہی مضمون ہے جو رمضان کے ساتھ گہر تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے یہی مضمون ہے جو رمضان کے حوالے سے سمجھانا بہت ضروری تھا اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ جو بات بیان فرمائی ہے کہ والدین کو پایا اور گناہ بخشے نہ گئے اسی حالت میں رمضان گزر گیا یہ بہت ہی گہرا نکتہ ہے جس کا قرآنی تعلیم سے تعلق ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے قُلْ تَعَالَوْا اتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (الانعام: 152) تو کہہ دے کہ آؤ میں تمہیں وہ بات بتاؤں جو خدا تعالیٰ نے حرام کر دی ہے تم پر۔ ایک یہ کہ خدا کا شریک نہیں ٹھہرانا۔ اپنی عبادت کو اسی کے لئے خالص کر لو۔ دوسرا یہ کہ ماں باپ سے لازماً احسان کا سلوک کرنا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کر کے خدا کی ناراضگی نہ کما بیٹھنا۔ تو شرک کا مضمون خدا تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا کہ میرا شرک کرو گے تو یہ بہت ہی بڑا گناہ ہوگا۔ حرام کر دیا ہے تم پر لیکن ماں باپ سے جو احسان کرو گے وہ میرا شریک بنانا نہیں ہے۔ شرک سے نیچے نیچے اگر کسی کی عظمت خدا تعالیٰ نے قائم فرمائی ہے تو وہ ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی ہی نہیں اس سے بڑھ کر ان سے حسن سلوک کرنا ہے۔

پس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ رمضان شریف میں دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں جو نہ خدا کو پاسکیں نہ ماں باپ کا کچھ کر سکیں رمضان گزر جائے اور ان دو پہلوؤں سے ان کے گناہ بخشے گئے ہوں تو یہ دو الگ الگ چیزیں نہیں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط چیزیں ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے اور اس احسان میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ یعنی اس نے آپ کو پیدا کیا اس نے سب کچھ بنایا اور ماں باپ بھی اس میں شریک ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ماں باپ کو بھی اسی نے بنایا اور ماں باپ کو جو توفیق بخشی آپ کو پیدا کرنے کی وہ اسی نے پیدا کی ہے، اپنے طور پر تو کوئی کسی کو پیدا کر ہی نہیں سکتا اپنے زور سے۔ ایک معمولی سا خون کا ٹوٹھڑا بھی انسان پیدا نہیں کر سکتا اگر خدا تعالیٰ نے اس کو ذرائع نہ بخشے ہوں۔

تو پہلا مضمون یہ ہے کہ اللہ خالق ہے اس لئے اس کا شریک ٹھہرانے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے اور سب سے بڑا ظلم ہے کہ خدا جس نے سب کچھ بنایا ہو اس کو نظر انداز کر کے نعمتوں کے شکر یہ دوسروں کی طرف منسوب کر دیئے جائیں۔ پھر اس تخلیق کا اعادہ ماں باپ کے ذریعے ہوتا ہے اور پھر ماں باپ کے ساتھ آپ کا وجود بنتا ہے۔ اگر ایک تخلیق کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ احسان کا سلوک کریں گے تو یہ جو عظیم خالق ہے لازماً اس کے لئے بھی دل میں امتنان اور احسان کے جذبات زیادہ زور کے ساتھ پیدا ہوں گے اور پرورش پائیں گے، پس یہ دو مضمون جڑے ہوئے ہیں۔

جو ماں باپ کے احسان کا خیال نہیں کرتا اور جو اباً ان سے احسان کا سلوک نہیں کرتا اس سے یہ توقع کر لینا کہ وہ اللہ کے احسانات کا خیال کرے گا، یہ بالکل دور کی کوڑی ہے۔ پس ماں باپ کا ایک تخلیقی تعلق ہے جسے اس مضمون میں ظاہر فرمایا گیا ہے اور رمضان مبارک میں اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مقصد خدا تعالیٰ کو پانا قرار دے دیا ہے اور خدا تعالیٰ کو حاصل کرنا بنیادی مقصد بیان فرمایا ہے۔ پس اس تعلق سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو سب سے زیادہ قرآن کا عرفان پلائے گئے آپ نے یہ مضمون ہمارے سامنے اٹھا پیش کیا کہ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتے وقت ہر قسم کے محسنوں کا احسان اتارنے کی کوشش کرو۔ ماں باپ کا احسان تو تم اتار سکتے ہو ان معنوں میں کہ تم مسلسل ان سے احسان کا سلوک کرتے رہو، عمر بھر کرتے رہو۔ اگر احسان نہ بھی اترے تو کم سے کم تم ظالم اور بے حیا نہیں کہلاؤ گے۔ تمہارے اندر کچھ نہ کچھ طمانیت پیدا ہوگی کہ ہم نے اتنے بڑے محسن اور محسنہ کی کچھ خدمت کر کے تو اپنی طرف سے کوشش کر لی ہے کہ جس حد تک ممکن تھا ہم احسان کا بدلہ اتاریں۔ اللہ تعالیٰ کے احسان کا بدلہ نہیں اتارا جا سکتا اور ایک ہی طریق ہے کہ ہر چیز میں اپنی عبادت کو اس کے لئے خالص کر لو، اس کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ۔ اب یہ جو مضمون ہے کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اس کو انشاء اللہ میں آئندہ خطبے میں آپ کے سامنے بیان کروں گا اور اس حدیث کے حوالے سے باقی مضمون انشاء اللہ اگلے خطبہ میں آپ کے سامنے کھولوں گا۔ تو اس طرح میں چاہتا ہوں کہ رمضان کے مہینے خطبوں میں رمضان کے فلسفہ، اس کی روزمرہ کی افادیت اور اس کے تقاضے پورے کرنے کے طریق آپ کو سمجھانے کی کوشش کروں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین